سال ۱۸۱۴ء عیسوی اودھ کی تاریخ میں اور اس کے ساتھ ہی اردو ادب کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سال انگریزوں نے سیاسی مصلحت کے پیش نظر نواب غازی الدین حیدر والی اودھ کو بادشاہت کے منصب پر فائز کر دیا۔ اس کے دو رس نتائج برآمد ہوئے۔ اودھ کے لوگوں نے ہر معاملے میں دہلی سے مختلف راستہ اختیار کیا اور اپنی علیحدہ شناخت بنانے کی کوشش کی۔ اہل کمال نے بھی یہی روش اپنائی۔ شاعروں اور ادیبوں نے ایسی تخلیقات پیش کرنی چاہیں جن میں دبستان دہلی کے اثر کی پرچھائیں تک نظر نہ آئیں۔ اس طرح دبستان لکھنو کی بنیاد پڑی۔ شاعری میں امام بخش ناسخ اور نثر میں رجب علی بیگ سرور دبستان کے بانی کہلائے۔

باغ و بہار کا جواب دینے کے ارادے سے رجب علی بیگ سرور نے" فسانہ عجائب" کے نام سے ۱۸۲۴ء میں ایک داستان لکھی جو ۱۸۴۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر میر امن فورٹ ولیم کالج کے لیے فارسی قصہ چہار درویش کو" باغ و بہار" کے نام سے۱۸۰۲ء میں آسان اردو میں منتقل کرچکے تھے۔ تحسین کے" نوطرز مرصع" ان کے پیش نظر تھی۔ یہ قصہ فارسی چہار درویش کا پر تصنع اور پیچیدہ اردو ترجمہ ہے۔

میر امن باغ و بہار کے دیباچے میں فرماتے ہیں کہ " خداوند متعال صاحب مروت، نجیبوں کے قدردان گل صاحب نے (کہ ہمیشہ اقبال ان کا زیادہ جب تک گنگا جمنا بہے) لطف سے فرمایا کہ اس قصے کو ٹھیٹھ ہندوستانی گفتگو میں جو اردو کے لوگ ہندو مسلمان، عورت مرد لڑکے بالے خاص و عام آپس میں بولتے چالتے ہیں، ترجمہ کرو۔ موافق حکم حضور کے میں نے بھی اسی محاورے سے لکھنا شروع کیا جیسے کوئی باتیں کرتا ہے"۔

میر امن دلی کے رہنے والے تھے۔ بول چال کی زبان پر قدرت رکھتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ باغ و بہار کے دیباچے میں لکھا ہے کہ جو لوگ دس پانچ سال دلی میں رہے وہ اردو لکھیں گے تو لامحالہ کہیں نہ کہیں چوک ہی جائیں گے پھر فخریہ اپنے بارے میں فرمایا کہ
" جو شخص سب آفتیں سہہ کر دلی کا روڑا ہو کر رہا، اور دس پانچ پشتیں اسی شہر میں گزریں اور اس نے دربار امراؤں کے اور میلے ٹھیلے، عرس چھڑیاں، سیر تماشا اور کوچہ گردی اس شہر کی مدت تک کی ہوگی، اور وہاں سے نکلنے کے بعد اپنی زبان کو لحاظ میں رکھا ہوگا، اس کا بولنا البتہ ٹھیک ہے۔ یہ عاجز بھی ہر ایک شہر کی سیر کرتا اور تماشا دیکھتا یہاں تلک پہنچا ہے"۔

یہ فخر و مباہات اور دہلی کی زبان پر ایسا ناز اہل لکھنؤ کو ناگوار کیسے نہ ہوتا۔ سرور نے اس کا جواب لکھا اور مرصع و پر تصنع زبان میں لکھا۔ تحسین کی" نو طرز مرصع" کو بطور نمونہ سامنے رکھا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا ارشاد ہے کہ پر تصنع نثر وہ لکھتا ہے جو سیدھی سادی آسان نثر نہیں لکھ سکتا۔

آج ہم باغ و بہار کو جدید اردو نثر کا سنگ بنیاد قرار دیتے ہیں لیکن سرور کے لکھنو میں زبان کی سادگی کو عجز بیان سمجھا جاتا تھا۔ رنگینی، عبارت آرائی، مشکل الفاظ کی بھرمار، قافیہ پیمائی، استعارہ اور تشبیہ کی کثرت عرضِ ہنر مانی جاتی تھی۔ چنانچہ سرور نے یہی راستہ اپنایا۔ باغ و بہار کا جواب دینے کے لیے یہ سب ضروری بھی تھا۔ میر امن نے درپردہ اہل لکھنؤ پر جو چوٹ کی تھی فسانہ عجائب کے دیباچے میں اس کا بدلہ بھی لے لیا گیا۔

نو طرز مرصع کی تقلید میں سرور نے" فسانہ عجائب" میں دقیق و رنگین عبارت آرائی کو اپنا مطمع نظر بنایا، اور قافیہ آرائی کا اس پر اضافہ کر دیا۔ سرور نے زبان کے آغاز کی آراستگی کا حد سے زیادہ اہتمام کیا، مقفّی اور مسجع عبارت لکھی، عربی فارسی الفاظ کا کثرت سے استعمال کیا، استعارہ تشبیہ سے بہت کام لیا، جا بجا اشعار پیش کیے اور اکثر موقعوں پر رعایت لفظی، صنائع لفظی و معنوی سے عبارت کو بالکل مصنوعی بنا دیا۔

نتیجہ یہ کہ "فسانہ عجائب" کی زبان بہت ہی بوجھل ہو گئی اور بیشتر مقامات کا سمجھنا دشوار ہو گیا۔ رموز اوقاف اور اضافتیں لگانے کے بعد ہی عبارت کو پڑھنا ممکن ہے اور وہ بھی رک رک کر۔ طرز بیان ہی اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ نمونے کے طور پر اس کی چند سطریں یہاں پیش کی جا رہی ہیں مگر اس طرح توڑ توڑ کر کہ اسٹائل کی خصوصیات واضح ہو جائے:

" عجب شہر گلزار ہے۔ ہر گلی کوچہ دل چسپ باغ و بہار ہے
ہر شخص اپنے طور پر باوضع قطع دار ہے
دو رویہ بازار کس انداز کا ہے
ہر دکان میں سرمایہ نازو نیاز کا ہے"۔

اس زمانے کے لکھنو میں یہ انداز بیان خاص و عام میں مقبول تھا۔ لوگ اسے شوق سے پڑھتے اور سنتے تھے۔ جس طرح آج مشاعروں میں شعروں پر داد دی جاتی ہے اسی طرح فسانہ عجائب کے جملوں پر واہ واہ کا غلغلہ بلند ہوتا تھا مگر آج اس زبان کا پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہے۔

سرور سہل زبان لکھنے پر بھی قادر تھے مگر اسے کسر شان خیال کرتے تھے۔ فسانہ عجائب کے بعض حصے آسان اور دلکش زبان میں ہیں مثلاً بندر کی تقریر جس میں دنیا کی بے ثباتی کا بڑا پر اثر بیان ملتا ہے یا

چڑی مار کی گفتگو جو بالکل بول چال کی زبان میں ہے۔ جیوتشیوں کی گفتگو میں ہندی الفاظ کی کثرت ہے۔

فسانہ عجائب اپنے زمانے میں ایک بے حد مقبول کتاب رہی ہے۔ لکھنؤ کے علاوہ دلی بھر کے سارے شمالی ہندوستان میں نصف صدی سے زیادہ عرصے تک اس کی پیروی کی جاتی رہی۔ انتہا یہ ہے کہ سرسید جو جدید اردو نثر کے بانی کہے جاتے ہیں انہوں نے ۱۸۴۷ء میں دہلی کی تاریخی عمارتوں پر اہم تحقیقی مواد جمع کیا اور ایک کتاب "آثارالصنادید" تیار کی۔ اس کا پہلا ایڈیشن جو مولانا امام بخش صہبائی کے قلم سے لکھا گیا وہ سراسر فسانہ عجائب کی تقلید میں ہے مگر تکلف عبارت آرائی کا یہ کاروبار ماضی کی بھولی داستان کے ایک ورق کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

ایک طلسمی داستان کی حیثیت سے فسانہ عجائب کو بہرحال ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس میں ہر طرف جن، دیو، پریاں، جادوگر اور جادوگرنیاں نظر آتی ہیں۔ طلسمی باغ اور جادوئی قلعے بھول بھلیوں سے کم نہیں۔ کوئی ان میں پھنس جائے تو کسی پیر فقیر کی دستگیری کے بنا رہائی نہ پا سکے۔ بلاؤں میں گرفتار ہو جائے تو لوح اصلی سلیمانی یا اسم اعظم کے بغیر نجات نہ ملے۔

ایک اور جادو جابجا نظر آتا ہے۔ انسان کو جادو سے بندر، ہرن یا طوطا بنا دیا جاتا ہے۔ کبھی انسان کا آدھا جسم پتھر کا ہو جاتا ہے۔ یہ ساری چیزیں وہ ہیں جنھیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ اس لیے ان چیزوں کو فوق فطری عناصر کہا جاتا ہے اور ان کے بغیر داستان وجود میں نہیں آسکتی۔ داستانوں کے عروج کا زمانہ وہ تھا جب واقعات کو عقل اور سائنس کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاتا تھا۔ لوگ جادو ٹونے پر یقین رکھتے تھے۔ دیووں اور پریوں کو انسانی تخیل کی پیداوار نہیں بلکہ اصلیت سمجھا جاتا تھا۔ فسانہ عجائب کی مقبولیت کا راز صرف پر تکلف انداز بیان ہی نہیں بلکہ وہ طلسمی ماحول بھی ہے جس کی تفصیل اوپر پیش کی گئی۔

داستان در داستان فسانہ عجائب کی ایک اور خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کے بغیر کوئی داستان داستان کہلانے کی مستحق نہیں۔ طوالت داستان کے لیے ضروری ہے۔ قصے کو طول دینے کے لیے اس میں بہت سے ضمنی قصے جوڑ دیے جاتے تھے۔

یہ تکنیک سرور نے بھی اختیار کی۔ شاہ یمن کا قصہ، پسر مجسٹن کی کہانی اس کی مثالیں ہیں۔ فسانہ عجائب بے شک سرور کے دماغ کی پیداوار ہے لیکن ضمنی قصے اس زمانے کی مقبول داستانوں مثلاً داستان امیر حمزہ، پدماوت، نل ومن، بہاردانش، گلشن نو بہار وغیرہ سے مستعار لیے گئے ہیں۔

داستان کو طول دینے کے لیے قصے میں قصہ جوڑا جاتا ہے اس لیے داستان سے کسی مربوط پلاٹ کا تقاضہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہی حال فسانہ عجائب کا ہے کہ اس میں کوئی گھٹا ہوا مربوط پلاٹ موجود نہیں۔

کردار نگاری کا سرور کے زمانے میں وہ تصور نہیں تھا جو ناول و افسانہ کے وجود میں آنے کے بعد عام ہوا۔ داستان کے کردار غیبی امداد کے سبب پنپ نہیں پاتے۔ سرور نے کردار نگاری کی طرف توجہ تو کی مگر اسی کمزوری نے فسانہ عجائب کے کرداروں کو اعلی صفات سے محروم رکھا۔ اس داستان کے تین اہم کردار ہیں۔

شہزادہ جان عالم، ملکہ مہر نگار اور انجمن آرا۔

شہزادہ جان عالم

جان عالم فسانہ عجائب کا ہیرو ہے۔ اس کردار میں نشوونما کے بہت امکانات تھے مگر سرور نے اسے مثالی بنانا چاہا جس کے سبب وہ انسانی صفات سے محروم ہو گیا۔ سرور نے اسے ایسا خوبرو بنا کر پیش کیا ہے کہ خود مصنف کے الفاظ میں" نیراعظم چرخ چہارم پر اس کے روعب جمال سے تھراتا اور ماہ کامل باوجود داغ غلامی تاب مشاہدہ نہ لاتا"۔

جان عالم حسن ظاہری کے علاوہ حسن باطنی سے بھی مالا مال ہے۔ کوئی بھی خوبی ایسی نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ علم و فضل میں شہرہ آفاق ہے، فن سپہ گری ہی نہیں سارے فنون میں طاق ہے۔ لیکن قدم قدم پر محسوس ہوتا ہے کہ غیبی مدد حاصل نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں

ختم نبوت ﷺ زندہ باد   عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈمن "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈمن کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈمن سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضی، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالی اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈمن سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد   پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

کر سکتا بلکہ بعض اوقات تو رونے لگتا ہے۔ قوت فیصلہ سے محروم ہے، کمزور ہے، عقل و دانش سے عاری ہے، ملکہ مہر نگار اسے احمق ازلی کا خطاب دیتی ہے جو درست ہے۔

ملکہ مہر نگار

ملکہ مہر نگار حسن اور ذہانت دونوں دولتوں سے مالا مال ہے۔ وہ دور اندیش بھی ہے، معاملہ فہم بھی، اور وفادار بھی۔ ملکہ مہر نگار، فسانہ عجائب کا ایک ایسا کردار ہے جسے سائیڈ ہیروئن کہا جا سکتا ہے۔ اس کے متحرک کردار کی بناء پر نیر مسعود نے اسے داستان کی ہیروئن قرار دیا ہے۔

سرور نے ملکہ مہر نگار کو نہایت حسین، باوقار، پر تمکنت، با اخلاق، خوش مزاج، مصلح جو، دانشمند، موقع شناس اور باتدبیر دکھایا ہے۔ وہ ایک تارک الدنیا بادشاہ کی بیٹی ہے۔ بیوی کے روپ میں مہر نگار ایک مشرقی عورت ہے۔ اس میں شوہر سے وفاداری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ داستان میں شروع سے لے کر آخر تک اس کا کردار متحرک ہے۔

انجمن آرا

انجمن آرا کا کردار بھی دلکش ہے مگر ملکہ مہر نگار کی طرح جاندار نہیں۔ملکہ زر نگار کی شہزادی انجمن آراء، جان عالم کی محبوبہ اور داستان کی ہیروئن ہے۔ رجب علی بیگ سرور نے اسے نہایت حسین اور جمیل بتایا ہے۔ لیکن حسین ہونے کے ساتھ وہ ایک با اخلاق، نیک دل اور عالی ظرف خاتون ہے۔

سرور نے انجمن آرا کو نہایت بھولی بھالی اور الھڑ دوشیزہ دکھایا ہے۔ جس میں مشرقی عورت کی شرم و حیا کو ٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ اگرچہ جان عالم پر فریفتہ ہے اور اسے پانا چاہتی ہے لیکن اس کا تذکرہ زبان پر نہیں لاتی۔ اور جب جان عالم سے نکاح کی بابت اس سے پوچھا جاتا ہے تو شرما جاتی ہے جو ہندوستانی عورت کا شیوہ ہے۔

لکھنوی معاشرت رجب علی بیگ سرور کا پسندیدہ موضوع ہے اور فسانہ عجائب میں یہی ان کی توجہ کا مرکز ہے۔ لکھنؤ کی سیر کرانے کے غرض سے سرور نے اس کتاب پر ایک طویل دیباچہ لکھا دس سال تک .برابر اس میں اضافے کرتے رہے۔

سرور کی آنکھوں سے سرور کے لکھنؤ کی سیر:

" دکان میں انواع و اقسام کے میوے قرینے سے چنے، روز مرے محاورے ان کے دیکھے نہ سنے۔ کبھی کوئی پکار اٹھی، میاں ٹکے کو ڈھیر

میں، کسی طرح سے یہ صدا آتی گنڈیریاں ہیں پونڈے کی۔ ایک طرف تنبولی سرخروئی سے یہ رمزد کنایہ کرتے، بولی ٹھولی چبا چبا کر ہر دم یہ دم بھرتے، مکھی کا منہ کالا، مہوبا کرو کر ڈالا، عبیر ہے نہ گلال ہے، آدھی میں نگھڑ لال ہے، گلیوں میں گجروم یہ آواز آتی شیر مال ہے گھی کی اور دودھ کی نہ مفلس کا دل اچاٹ ہے، ٹکوں کی چاٹ ہے۔ کدھر لینے والے ہیں، نمش کی کلفیاں کے پیالے ہیں۔ کیا خوب بُھنے بُھر بُھرے ہیں، چَنے پَر مل اور مُر مُرے ہیں"۔